ARMAGHAN
VOLUME 4 2023 (JUNE)
ISSN (Print): 2707-6288 | **ISSN (Online):** 2788-8255
Journal Homepage: http://armaghan.wum.edu.pk

ٹیلی ڈرامے کی روایت آغاز و ارتقا

The beginning and evolution of the tradition of Tele Drama

شمیم منیر،
پی ایچ ڈی (ریسرچ سکالر)، شعبہ اردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
شگفتہ حسین،
پروفیسر ایمرائیٹس، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

Shamim Munir,
Ph.D Research Scholar, Urdu Department, The WUM, Multan
Shagufta Hussain,
Professor Emeritus, The WUM, Multan

Abstract:

Drama is the oldest genre of literature, which started from Greece. It reflects people's customs and traditions, civilization, culture, and social problems. This genre, which started from the theater, reached radio, then television, era by era. Evolutionary milestones have been reached Thus, today this genre is developing with full vigor with modern technical facilities, thematic diversity. Social issues thoughts, art, political and Social, civilized, cultural society and periods of television the beginnings and Development of Television Drama are examined, through this article.

Key Words:
Drama, Technical essentials of drama, TV Broadcast, Social Issues, Theatre, old Genre, Cultural diversities, Effects.

© 2023 The Authors, Published by WUM. This is an Open Access Article under the Creative Common Attribution Non Commercial 4.0.

ڈراما علم و ادب کی قدیم اور مقبول ترین اصناف سخن میں سے ایک صنف ہے۔ جس کا آغاز قدیم یونان سے ہوا۔ اظہار ذات کا جذبہ انسان میں روز ازل سے موجود رہا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً مختلف مواقعوں پر اس کا اظہار بھی کرتا رہا ہو گا۔ اور اس نے اپنے احساسات و جذبات کے اظہار کے لیے بے ہنگم بے معنی آوازوں حرکات و سکنات سے کام لیا اور انہی بے ہنگم آوازوں شور و غل میں ڈرامے کے ابتدائی نقوش تلاش کیے جا سکتے ہیں ڈاکٹر اے بی اشرف لکھتے ہیں:

"گفتار اور حرکات و سکنات سے اپنی بات دوسروں تک پہنچانا اسی کا نام ڈراما ہے"1ے

ڈراما اپنی وسعت اور ہمہ گیری، ہمہ جہتی اور متنوع پہلوؤں کے باعث ایسی صنف سخن ہے جس کی کوئی حتمی اور جامع تعریف ممکن نہیں کیوں کہ اس میں زندگی کی نقل، لوگوں کے رسم و رواج، تہذیب و ثقافت، ، رہن سہن، معاشی و معاشرتی مسائل کی عمدہ انداز میں تصویر کشی کی جاتی ہے۔ مختلف محققین اور ناقدین نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ ڈاکٹر اسلم قریشی کا خیال ہے کہ:

"ڈراما اسٹیج پر فطرت کی نقالی کا ایسا فن ہے جس میں اداکاروں کے ذریعے زندگی کے غیر معمولی اور غیر متوقع حالات کے عمل میں قوت ارادی کا مظاہرہ تماشائیوں کے روبرو ایک، معین وقت اور مخصوص انداز میں کیا جاتا ہے"2ے

ڈرامے نے انسانی تاریخ کے ساتھ ہی سفر کیا ہے اور یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ ڈراما دنیا کی پیدائش کے وقت سے ہی شروع ہوا۔ ڈرامے کی قدامت کے حوالے سے یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ انسان اور ڈراما دونوں ہم عصر ہیں۔ ڈاکٹر اے بی اشرف "اردو سٹیج ڈراما" میں لکھتے ہیں کہ:

"ڈراما اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسان اور اس کی جولان گاہ ہے"3ے

انسانوں میں شعور کی بیداری کے ساتھ ہی دنیا میں تھیٹر کا آغاز ہو گیا تھا۔ اگر تاریخ کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دنیا کی تمام تہذیبوں میں خواہ وہ رومی ہو، یونانی ہو، امریکی ہو، چینی، جاپانی ہو، یا افریقی تھیٹر کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ البتہ برصغیر پاک و ہند میں ڈرامے کا آغاز صدیوں پہلے ہی ہو چکا تھا۔ ان صدیوں کو سنسکرت کا عہد زریں کہا جاتا ہے اور اسی زمانے کا بڑا ڈراما نگار کالی داس ہے۔ جس نے اپنا شاہکار ڈراما "شکنتلا" لکھا۔ برہمنیت کے اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی سنسکرت بھی زوال پذیر ہو گئی اور سنسکرتی ڈراما بھی زوال سے دوچار ہوا۔ دسویں صدی اور سنسکرت کے زوال کے بعد پانچ سو سال کا عرصہ ڈرامے کا عہد تاریک کہلاتا ہے۔ ہندوستان میں اردو ڈرامے کی ابتدا سے پہلے داستان گوئی، ناٹک، بھانڈ، نوٹنکی، پتلی تماشے، بھانڈوں کی نقلیں، بھگت بازی، رام لیلائیں، اور سانگیت کا عام رواج عام ہو گیا تھا۔ جو دراصل سنسکرت کی ہی بگڑی ہوئی مسخ شدہ شکلیں تھیں اور ان میں کسی نہ کسی صورت میں ڈرامے کے اثرات دکھائی دیتے تھے۔ شائستہ الیاس کے بقول:

"تاریخ کے مطابق تھیٹر کا باقاعدہ آغاز چودھویں صدی سے شروع ہوا جب انسانی حواس نے کام کرنا شروع کیا تو پہلے پہل لوگ اپنے اردگرد ہونے والے معمولات کو محسوس کرتے، مشاہدہ کرتے غور کرتے اور کسی نہ کسی طور ابلاغ قائم کرتے یوں اس ابتدائی تھیٹر نے فن کے مختلف شعبوں کو جنم دیا اور ان کی رہنمائی کی جیسے سیکھنا، سمجھنا موسیقی و رقص

گفتگو کرنا مکالمے بولنا سمجھ کر رد کرنا، کہانی یا ڈراما لکھنا وغیرہ لہذا اس وسیع دائرہ کار کی وجہ سے
تھیٹر کو مادر فن Mother of art کا درجہ حاصل ہے"4

سولہویں صدی میں ڈرامے کی روایات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں ڈراما مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ سے نکل کر پیشہ ور تماشائیوں اور تاجروں کے ہاتھ لگ گیا۔ بیسویں صدی کی آغاز کی دو دہائیوں میں ڈرامے کی روایت مضبوط ہونے لگی اور اس پر غیر ملکی اور مغربی اثرات بھی اثر انداز ہونے لگے جس سے فنی معیارات میں نمایاں تبدیلیاں آئیں۔ تو دوسری طرف ادبا حضرات کا رجحان بھی بڑھنے لگا جنہوں نے سٹیج کی خوبصورتی و رنگا رنگی سے ہٹ کر صفحہ قرطاس پر اپنے فن کے جوہر دکھائے۔ بیسویں صدی کے آغاز کے دوسرے حصے میں لکھنے والوں میں بہت سے اہم نام شامل ہیں ۔جن میں پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی، برج نرائن چکبست، جعفر علی اثر ،عبدالمجید، سالک، اور قاضی عبدالغفار کا نام شامل ہیں ۔ڈرامے کے سفر آغاز و ارتقا میں اسٹیج و تھیٹر کے بعد ریڈیو ڈرامے کا نام قابل ذکر ہے۔ ریڈیو کی ایجاد اس وقت ہوئی جب سینما گھروں میں فلم کا راج تھا اور تھیٹر زوال پذیر ہو چکا تھا۔ ایک مدت سے چلنے والا تھیٹر فلم کے سامنے اپنا تشخص زیادہ دیر برقرار نہ رکھ سکا 1935 میں ریڈیو نے اپنی نشریات کا آغاز کیا تو پہلا ریڈیو سٹیشن دہلی میں قائم ہوا عشرت رحمانی "اردو ڈراما کا ارتقا" میں رقم طراز ہیں کہ:

"جب دہلی میں ریڈیو سٹیشن کا قیام آل انڈیا ریڈیو کے سرکاری محکمہ کے زیر نگرانی عمل میں لایا گیا تو باضابطہ براڈ کاسٹنگ سروس کا آغاز ہو گیا۔1935 سے 1939 کے دوران لاہور ،پشاور، لکھنؤ، بمبئی۔ کلکتہ، مدراس، اور ڈھاکہ کے مقامات پر ریڈیو سٹیشن قائم ہوئے"5

ریڈیو کی آمد سے عوامی معیار اور رجحانات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں اور ادبی ڈرامے کی روایت نے فروغ پایا۔ برصغیر میں ریڈیو ڈرامے کو ترویج و ترقی سے ہمکنار کرنے میں ذوالفقار علی بخاری کا نام قابل ذکر ہے ۔ جس نے ریڈیائی ڈراموں میں صداکاری کے جوہر دکھائے۔ یہ ریڈیو کے لیے خوش قسمتی کی بات تھی کہ کچھ ہی عرصے کے بعد سید امتیاز علی تاج، رفیع پیرزادہ، سید عابد علی عابد عشرت رحمانی جیسے اہم نام ڈرامے کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔

اردو ڈرامے کی مقبولیت اور اس ادبی سرمائے کو محفوظ کرنے میں جہاں ریڈیو نے اپنا نمایاں کردار ادا کیا وہیں ادبی جرائد و رسائل نے ڈراما نمبر ز شائع کر کہ اس صنف کو مزید فروغ دیا۔ جدید سائنسی ترقی نے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب برپا کر دیا۔ عوام ریڈیو کے سحر سے نکل کر ٹیلی ویژن پر بولتی چالتی حرکت کرتی تصاویر سے لطف اندوز ہونے لگے ۔ پاکستان میں ٹیلی ویژن سٹیشن کا قیام 26 نومبر 1964 کو ہوا جس کا اعلان صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان نے کیا۔ ٹیلی ویژن کی آمد کے ساتھ ہی ٹیلی ویژن ڈراما وجود میں آیا۔ ٹیلی ویژن ڈرامے کا مقصد عوام الناس کو عمدہ تفریح فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی و غیر ملکی ثقافتوں، معلومات عامہ، پاکستان کے معاشی و معاشرتی مسائل سے لوگوں کو آگاہ کرنا تھا۔ ٹیلی ویژن ڈراما فنی و تکنیکی اعتبار سے اسٹیج کے بہت قریب ہے ضیاالدین بابا" پاکستان ٹیلی ویژن ڈراما اور فن و روایت" میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"ٹیلی ویژن پر نشر کیے جانے والے ڈرامے اپنے فن و اسلوب کے اعتبار سے ریڈیائی ڈرامے سے مختلف اور کسی حد تک سٹیج ڈراموں سے مماثل ہوتے ہیں ریڈیو ڈراما میں محض برقی لہروں کے ذریعے آواز نشر ہوتی ہے جب کہ ٹیلی ویژن میں برقی لہروں کے ذریعے آواز اور تصویر دونوں کو نشر کرنا ممکن ہوتا ہے اس لیے یہ نشری عمل ٹیلی کاسٹ کہلاتا ہے "6

ڈرامے کی دو اہم اقسام ہوتی ہیں" المیہ "اور" طربیہ "المیہ یا ٹریجڈی ڈرامے میں انسان کو مسائل مصائب اور مشکلات سے دوچار دکھا کر ہمدردی کے جذبات پیداs کیے جاتے ہیں۔جب کہ طربیہ میں کہانی کیسی ہی کیوں نہ ہو انجام خوشگوار ہوتا ہے اور لکھنے ولا اپنی بات انتہائی لطیف پیرائے میں کرتا ہے۔ڈرامے کے بنیادی عناصر ہر زمانے میں بدلتے رہے ہیں۔کیوں کہ ڈراما پڑھنے سننے سے زیادہ دیکھنے کی چیز ہے۔ابتدائی ڈرامے منظوم صورت میں موسیقی کے ساتھ اسٹیج پر کھیلے جاتے تھے۔پھر آہستہ آہستہ رقص و موسیقی سے زیادہ کہانی کو اہمیت دی جانے لگی۔یوں ڈراما ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آج ٹیلی ویژن ڈرامے کی صورت میں ناظرین تک پہنچ رہا ہے۔ٹیلی ویژن ڈرامے کے اجزائے ترکیبی بھی ناول سے مماثلت رکھتے ہیں۔مثلا پلاٹ، کہانی، کردار نگاری، مکالمہ نگاری، کشمکش، تصادم، نقطہ عروج وغیرہ شامل ہیں۔ڈراما نگار کو سوچ سمجھ کر پلاٹ کا انتخاب کا کرنا چاہیے جن کو باآسانی ٹیلی ویژن پر دکھایا جاسکے۔ آغاز، ارتقا، تنزل، عروج اور اختتام کا خاص خیال رکھا جائے۔ کردار نگاری ڈرامے کی بنیاد ہوتی ہے۔ڈراما نگار اپنے کرداروں کے لیے مناسب وموقع محل کے مطابق الفاظ کا چناؤ کرے۔ ہر شخص کے مقام و مرتبے کے مطابق الفاظ کا چناؤ کرنا چاہیے مکالموں کے لیے ایسی زبان والفاظ منتخب کرے کہ اس کی زباں و بیاں میں حقیقت کا پہلو نمایاں ہو۔ کرداروں کے مکالمے موزوں برجستہ وسادہ رواں اور کردار کی سماجی حثییت ، کیفیت، عمر، جنس، ذہنیت کے مطابق ہوں اور معیوب باتوں سے گریز کیا جائے۔ڈرامے میں تسلسل کا ہونا بھی ضروری ہے حالات وواقعات مربوط ہوں اور ان کی درمیانی کڑیاں مضبوط ہوں۔ڈرامے کے لیے ضروری ہے کہ انجام کی فکر کو آغاز سے ہی ذہن نشین رکھنا چاہیے اور انجام کو خیال کا پابند ہونا چاہیے موضوع جس قدر سادہ سلجھا ہوا ہو گا تو اسی قدر انجام میں بھی تسلسل وتوازن ہو گا۔ فلم اور ٹیلی ویژن میں ایک قربت و مماثلت پائی جاتی ہے کہ اس میں بھی کٹ۔ کلوزاپ۔ مکس کی تمام فنی و تکنیکی سہولیات پائی جاتی ہیں۔ڈراما نگار کہ چاہیے کہ وہ سکرین پر ڈراما پیش کرتے وقت ان تمام تکنیک سے مکمل طور پر واقفیت رکھے تا کہ ہر قسم کی دقت ودشواری سے محفوظ رہا جاسکے۔

شروع شروع میں ریڈیائی ڈراموں کو ٹی وی کی ضرورت کے مطابق ڈرامائی انداز میں نشر کیا جاتا رہا۔پھر آہستہ آہستہ ٹیلی ویژن ڈرامے لکھے جانے لگے۔ٹی وی سکرپٹ لکھتے وقت ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے انجم عثمانی "ٹیلی ویژن نشریات" میں لکھتے ہیں کہ:

"1۔بنیادی خیال
2۔خلاصہ / تلخیص
3۔اسلوب / طریقہ کار
4۔منظر نامہ پوری کہانی کے ساتھ
5۔لفظی / صوتی / تصویری تسلسل
6۔منظر
7۔شارٹ
8۔زوایہ نظر "۔ 7

ٹیلی ویژن پر پیش کیے جانے والے ڈرامے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔کچھ ڈرامے سٹوڈیو میں فلمائے جاتے ہیں کئی ڈراموں کے لیے آوٹ ڈور شوٹنگ کے سیٹ لگائے جاتے ہیں بعض ڈرامے فنی و تکنیکی اعتبار سے اور پلاٹ کی مناسبت سے غیر ممالک میں بھی فلمائے جاتے ہیں۔ بعض ٹیلی ویژن ڈرامے اپنی کہانی طوالت پلاٹ کی وجہ سے ایک ہی وقت میں نہیں دکھائے جاسکتے اس لیے پوری کہانی کو مختلف اور ایک جیسے حصوں میں قسط وار منقسم

کیا جاتا ہے۔ آج کل تو کئی سلسلہ وار ڈراموں کے سیکوئیل بھی پیش کیے جا رہے ہیں جیسے کہ "لنڈا بازار" کا سیکوئیل "لال عشق" اور بھی کئی مثالیں ہیں ۔ٹیلی ویژن ڈراما میں ڈراما نگار، ڈائریکٹر، پیش کار اور اداکاروں کا کام عام لوگوں کے احساسات وجذبات کو سمجھنا اور پھر اس کو ڈرامے میں اس انداز سے پیش کرنا کہ اس سے ڈرامانہ صرف پسند کیا جائے بلکہ عوام میں بھی مقبول ہو۔ٹیلی ویژن ڈرامے کی کامیابی اس بات پر بھی منحصر ہے کہ ڈراما نگار اور پروڈوسر کو "سکرپٹ"، کیمرے کی زبان اور فنی تکنیک سے مکمل طور واقف ہونا چاہیے۔ جہاں تک ڈرامے کی پسندیدگی اور مقبولیت کا تعلق ہے تو جدید ڈرامے کو وہ پذیرائی نصیب نہیں ہو سکی جو کلاسیکی ٹیلی ویژن ڈرامے کو حاصل ہوئی تھی۔ موضوعاتی اعتبار سے کہانی عامیانہ پن کا شکار ہوئی جو ڈراما پیش کیا جا رہا ہے اس میں حقیقت نگاری، حالات وواقعات اور تلخ حقائق وسچائیوں کے جن عوامل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ایک مبالغہ آمیز مصنوعی سچائی ہے ۔ڈراما جو تفنن طبع کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا وہ آج ایک ذہنی ونفسیاتی محرک نظر آتا ہے۔ آج ٹیلی ویژن ڈراما سکرپٹ لکھنے سے لے کر نشر ہونے تک بہت سے فنی و تکنیکی مراحل سے گزر کر ناظرین تک پہنچتا ہے تب جا کر کہیں لوگ اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں ٹیلی ویژن کی عام طور پر تین اقسام پائی جاتی ہیں۔ انفرادی ڈراما، ڈراما سیریز، ڈراما سیریلز ٹیلی ویژن ڈرامے کی تقسیم کو مختلف محققین وناقدین نے ایسے اپنے نکتہ نظر اور انداز فکر سے منقسم کیا ہے ۔مرزا ادیب کا خیال ہے کہ:

> "ٹیلی ویژن ڈراما کی کئی اقسام ہوتی ہیں۔ بعض ڈراما سیریل تین ماہ کے لیے ہوتی ہیں اور بعض چھ ماہ کے لئے ہوتی ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ کے لیے اور ڈراما سیریز میں اب تک کئی سلسلے ہو چکے ہیں اس میں ایک ہی کہانی ہوتی ہے جس کے تاہم واقعے کو اس کے متصلہ کرداروں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اصطلاحاً یہ ایک قسط کہلاتی ہے۔"8

مرزا ادیب کے اس بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے ڈرامے کی اقسام کو صحیح ودرست انداز میں پیش نہیں کیا ضیاالدین بابا نے ٹیلی ویژن ڈرامے کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے کہ:

> "ٹیلی ویژن پر پیش کیے جانے والے ڈرامے تین اقسام میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ پہلی انفرادی ڈراما، دوسری ڈراما سیریز، اور تیسری ڈراما سیریل پاکستان ٹیلی ویژن کے ناظرین و ناقدین ڈراموں کی ان اقسام سے اچھی طرح واقف ہیں۔ معروف براڈکاسٹر آغا ناصر اپنی یاداشتوں میں ڈراموں کی انہی اقسام کا ذکر کرتا ہے۔"9

اظہر نیاز "ٹیلی ویژن پروڈکشن" میں ڈرامے کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کرتا ہے۔

> "مکمل ڈراما، سیریز، سیریل، سوپ، سٹ کوم، ڈاکو ڈراما وغیرہ"10

مکمل ڈراما وہ ہوتا ہے جو ایک ہی بار میں مکمل دکھایا جاتا ہے۔ 2 **ڈراما سیریز:** ڈرامے کی وہ قسم ہے جس میں ہر مرتبہ کہانی مختلف ہوتی ہے۔ لیکن تمام ڈراما ایک موضوع سے متعلق ہوتا ہے۔ کردار البتہ بدلتے رہتے ہیں۔ 3 **سیریل ڈراما:** کی وہ قسم ہے جس میں ایک بنیادی کہانی ہوتی ہے۔ باقی ذیلی کہانیاں بھی ساتھ چلتی ہیں۔ عام طور پر چھ ساتھ اقساط پر مشتمل "منی سیریل" اور اس سے زائد اقساط **"ڈراما سیریل"** کہلاتا ہے۔ **سوپ سیریز:** ڈرامے کی وہ قسم ہے جس کو بڑی بڑی کمپنیاں اپنی پراڈکٹ کی تشہیر کے لیے سپانسر کرتی **ہیں 4 سٹ کوم** "ڈرامے کی وہ قسم ہے جس کے تمام کردار ایک گھر یا جگہ دکان میں رہتے ہوئے مزاحیہ مکالموں کا تبادلہ کرتے ہیں پاکستان ڈرامے اس کی مثالیں "گیسٹ ہاوس" "فیملی فرنٹ' بلبلے" وغیرہ

ہیں۔ڈاکو ڈراما: میں اصل حقائق اور واقعات کو ڈرامے کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ قائد اعظم کے حوالے سے فلم "جناح سے قائد" اور کشمیر پر بنائی گئی فلم ""مقدمہ کشمیر" کو **ڈاکو ڈراما** کہا جا سکتا ہے۔۔ دشواری سے بچتے ہوئے ٹیلی ویژن ڈرامے کی روایت کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔پہلا دور 1964 سے 1980 دوسرا 1981 تا 1992 تیسرا 1993 سے 2002 اور چوتھا 2003 سے 2017 تک ہے اس تقسیم سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں 26 نومبر 1964 کو فیلڈ مارشل ایوب خان نے ٹیلی ویژن سٹیشن کا افتتاح کیا۔ یہ دور ٹیلی ویژن ڈرامے کا پہلا دور تھا۔ ٹیلی ویژن ڈراما جو عوامی تفریح طبع کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ تہذیبی و ثقافتی روایات کا عکاس بھی تھا اس صنف سخن نے عوام میں شعور و آگاہی، فکر و نظر، تہذیبی و سماجی روابط میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس دور میں ڈراما نگاروں نے اپنے اپنے انداز میں ڈرامے تحریر کئے جن میں ایک گروہ نے ہلکے پھلکے سنجیدہ موضوعات کو دلفریب انداز میں پیش کیا دوسرے گروہ نے مذہبی اقدار کو فروغ دیا اور تیسرا گروہ خالص مقصدی رنگ لئے ہوئے تھا۔ ان ڈراموں کے ذریعے معاشرے کے تمام تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے ارباب اختیار کی ریشہ دوانیوں، طبقاتی کشمکش، ذات پات، اونچ نیچ کے تصور، خاندانی لڑائی جھگڑے ، انتشار، معاشرتی و تہذیبی تضادات، استحصالی طبقے کے مسائل و پریشانیوں کو اپنے کرداروں کے موضوعات بنا کر پیش کیا۔

پہلا دور: ٹیلی ویژن کی نشریات کے ساتھ ساتھ ٹی وی ڈرامے کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں ٹیلی ویژن ڈراما بھی معرض وجود میں آیا اس دور میں ریڈیو ڈراما نگاروں نے ٹیلی ویژن کے انداز میں ڈرامے لکھے اور پھر ان کی کہانیوں کو ڈراموں کے موضوعات کا حصہ بنایا گیا ان میں امتیاز علی تاج، رفیع پیرزادہ، ضیاء سرحدی، ، راجہ فاروق علی خان، انتظار حسین، عابد علی عابد، حکیم احمد شجاع، صفدر میر، سلیم احمد اور ریاض فرشوری جیسے نامور ادباء شامل ہیں۔ بعد میں پی ٹی وی لاہور سینٹر سے ڈراما نگاروں کی ایک نئی ٹیم شامل ہوئی جن میں اشفاق احمد، بانو قدسیہ، انور سجاد، کمال احمد رضوی، نصیر انور، منو بھائی، اطہر شاہ خاں شامل تھے بقول ضیاالدین بابا:

> پاکستان کا پہلا ڈراما نجمہ فاروقی کا "نذرانہ" تھا جس کو فضل کمال نے پیش کیا اشفاق احمد نے "یقین نہیں آتا"، "کارواں سرائے"، "ٹاہلی تھلے" پیش کیا بانو قدسیہ نے "گوشہ عافیت"، "سہارے"، "صبح کا تارہ"، "لب پہ آتی ہے دعا"، "آدھی بات"، "میری ڈائری" لکھا حفیظ جاوید "جولیس سیزر" کا ترجمہ کیا۔ عتیق اللہ نے "خون کے رشتے" ڈراما تحریر کیا۔[11]

اسی زمانے میں ڈرامے نے عوامی مقبولیت حاصل کی اور پوری دنیا میں ڈراما پاکستان کی آبرومندی اور شناخت کا ذریعہ بنا۔ یہ دور تین حوالوں سے بھی اہم ہے پہلا یہ فیلڈ مارشل ایوب خان کا دور حکومت تھا دوسرا 1965 کی پاک بھارت جنگ نے ملک کو اندرونی و بیرونی سازشوں، انتشار و خلفشار سے دوچار کیا۔ تیسرا 1971 مشرقی پاکستان کی علیحدگی نے پاکستان کے سیاسی منظر نامے کو یکسر تبدیل کر دیا۔

1976 میں ٹیلی ویژن پر رنگین نشریات کا آغاز ہو گیا جس سے فنی و تکنیکی سہولیات میں بھی اضافہ ہو گیا۔ لائیو نشریات کی جگہ ریکارڈنگ کی سہولیات میسر آ گئیں۔ 1969 میں شوکت صدیقی کے ناول "خدا کی بستی" کو ڈرامائی تشکیل دی گئی اور 1970 سے پاکستان ٹیلی ویژن کے ساتھ بے حد سنجیدہ لکھنے والے وابستہ ہو گئے جن میں حسینہ معین، فاطمہ ثریا بجیا، ، امجد اسلام امجد، حمید کاشمیری شامل ہیں حسینہ معین نے "شہزوری"، "کرن کہانی"، "انکل عرفی" لکھے احمد ندیم قاسمی نے "ایک چہرہ کئی چہرے"، "شب و روز"، "عجائب گھر"، "پ سے پہاڑ" جیسی عمدہ سیریز لکھیں۔ اشفاق احمد نے "حیرت کدہ" حمید کاشمیری نے "ماں" "لمحوں کی زنجیر" "لہو کا رنگ" 1973 میں امجد اسلام امجد پاکستان ٹیلی ویژن سے وابستہ ہو گئے تو ان کا پہلا

ڈراما 1979 کو پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا۔ جو جاگیر دارانہ، وڈیرہ شاہی نظام سے نفرت کا ایک احساس ہے جس نے "وارث" کی صورت میں اظہار کی راہ پائی 70ء اور 80ء کے عشرے میں ڈرامانگاروں میں سلسلہ وار ڈرامے لکھنے کی زبردست تحریک اور رجحان پیدا ہو گیا۔

دوسرا دور (1992-1981) پاکستان میں 1977 سے 1988 تک ملک پر جمہوریت کی بجائے آمریت کے بادل چھائے رہے اسی دور میں افغانستان کی جنگ نے طول پکڑا اور ساتھ ہی روسی فوج کا انخلا بھی شروع ہوا۔ اس گروہی تشدد پسندی، اندرونی وبیرونی فرقہ واریت سے ملکی فضا یکسر بدل گئی جس نے پاکستانی معاشرے اور معاشرت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اسی دور کی عکاسی امجد اسلام امجد کے ڈراموں "وارث "دہلیز"، "سمندر"، "وقت" میں دیکھی جاسکتی ہے جس میں انہوں نے وڈیرہ شاہی نظام کی خرابیوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا اور دوسرے ڈرامانگاروں کے اندر جاگیر دارانہ نظام اور استحصالی قوتوں کے خلاف آواز اٹھانے اور پسے ہوئے طبقے کی مشکلات اور پریشانیوں کو سامنے لانے کا حوصلہ بخشا۔

مستنصر حسین تارڑ نے "آدھی رات کا سورج"، اور جمیلہ شاہین نے "لیل وماہ"، اور "شعلہ گل" "سارے کے" جیسے کامیاب سیریل ٹیلی ویژن سے پیش کیے۔ فاطمہ ثریا بجیا نے "اوراق" کے عنوان سے اردو کے ناولوں سے کہانیاں، اسٹیج ڈراموں اور داستانوں کو اس کا حصہ بنایا، اسی طرح "لوک عکس" کے عنوان سے علاقائی کہانیوں کو جن میں "سسی پنوں"، "لیلا چنیسر"، "سوہنی مہینوال" اور "عمر ماروی" جیسی لوک داستانیں شامل ہیں۔

90ء کی دہائی میں اصغر ندیم سید نے آسمان"، "، "پیاس" اور "خواہش" جیسے ڈرامے تحریر کئے جس میں انہوں نے جاگیر دارانہ نظام، خانقاہی نظام کی خرابیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ مزید برآں اشفاق احمد، نورالہدیٰ شاہ، عبد القادر جونیجو، عطاء الحق قاسمی، ڈاکٹر ڈینس آئزک، یونس جاوید امر جلیل، شمشیر حیدری عبد الکریم خاں بلوچ جیسے نامور لکھنے والوں نے ٹیلی ویژن کے ڈرامے لکھے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ یہ پاکستان ٹیلی ویژن کے عروج کا زمانہ تھا۔ عبد القادر جونیجو نے "دیواریں" جیسا مقبول ڈراما ٹیلی ویژن سے پیش کیا جس میں انہوں نے جاگیر درانہ نظام کی خرابیوں استحصالی قوتوں اور ان کے ناروا سلوک، اخلاقی رویوں کی شکست وریخت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس کے علاوہ "" سیڑھیاں "چھوٹے بڑے لوگ "کارواں" جیسے کامیاب ڈرامے لکھے۔ نورالہدیٰ شاہ نے "جنگل"، "حوا کی بیٹی" میں جاگیر ادرانہ اور خانقاہی اور وڈیرہ شاہی نظام کی خرابیوں کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا ہے ۔ اس کے علاوہ، "آدم زادے"، "ماروی"، "عجائب خانہ"، "فاصلے"، "تپش"، "ذراسی عورت" جیسے یادگار ڈرامے تخلیق کیے۔۔ ڈاکٹرڈینس آئزک نے "کروبی" سقوط ڈھاکہ کے تناظر میں لکھا گیا "تھوڑی سی زندگی" ایڈز جیسی بیماری کے حوالے سے لوگوں میں شعور و آگاہی پیدا کرنے کی کوشش کی ، علاوہ ازیں "کرب" جیسے یادگار ڈرامے پیش کیے۔ 1999 میں ایک مرتبہ پھر پاکستان مارشل لاء کی زد میں آگیا دیگر مارشل لاء کی نسبت اس آمر میں روشن خیالی کا عنصر غالب نظر آیا۔ اظہار رائے کی آزادی نے جدید میڈیا کو جنم دیا جس سے نجی نشریاتی چینلز وجود میں آگئے اور ڈش انٹینا کی بدولت ہمسایہ ملک بھارت کے ڈرامے بھی انہی چینلز سے دکھائے جانے لگے جس نے محدود اذہان اور سطحی سوچ و فکر کے ناظرین کو متاثر کیا یہ خالصتاً مقابلے کا دور تھا پاکستان میں نجی چینلز کے آجانے سے ڈراموں کی بہتات نے ڈرامے کے معیار کو بری طرح متاثر کیا۔ پاکستان میں نیم سرکاری چینل STN شالیمار نیٹ ورک نے سرکاری ٹیلی ویژن کی اجارہ کو ختم کر کہ اپنی نشریات کا آغاز 1990 میں پیپلز ٹیلی ویژن PTN کے نام سے اسلام آباد شالیمار ریکارڈنگ کمپنی کے نام سے کیا۔ بعد میں اس کی ترسیل کراچی لاہور سے شروع ہوئی جس نے 1990 کی دہائی میں پورے ملک میں شہرت حاصل کی۔ پاکستان ٹیلی ویژن ایک سرکاری نشریاتی ادارہ ہے جس سے وابستہ بعض لکھنے والے ڈرامانگار دیگر نجی چینل، گلیمر کی بھرمار، زیادہ معاوضے اور

ریٹنگ سے کامیابی حاصل کرنے کی دوڑ میں لگ گئے جس نے پی ٹی وی کے ڈرامے کی مقبولیت کو کسی حد تک کم کیا لیکن اس کے الگ معیار اور تشخص کو متاثر نہ کر سکے۔

تیسرے دور(1993-2003) کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس دور کا ڈراما زوال سے دوچار دکھائی دیتا ہے اکیسویں صدی نے جدید ٹیکنالوجی کی بدولت پاکستان سمیت دنیا بھر کی تہذیب و ثقافت کو متاثر کیا وہیں جدید ذرائع ابلاغ اور میڈیا کی آزادی نے پاکستانی تہذیب و ثقافت ،لوگوں کے رسم و رواج، رہن سہن اور معاشرتی اقدار ، اخلاقی رویوں پر نمایاں اثرات مرتب کئے۔ 1993 سے 2000 تک بہت سے عمدہ ڈراما نگار اور پروڈیوسر سامنے آئے جنہوں نے عمدہ ڈراما نگاری سے اپنے فن کا لوہا منوایا۔اصغر ندیم سید نے "چاند گرہن"،"نجات" جیسے عمدہ ڈرامے تحریر کئے ظفر معراج نے "امر بیل"(1991)،"شاتل"(1995)،"اجازت"(1997)"کیسی یہ اگن"(2011) جیسے یادگار ڈرامے لکھے 1992۔ میں پی۔ٹی۔وی ورلڈ چینل کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں پرائیویٹ سیکٹر کے ڈراموں کے لیے وقت مختص کیا ہوا تھا۔ جہاں سے پرائیویٹ کمپنیاں اپنی تشہیر کے لیے ڈرامے نشر کراتی تھیں۔ اسی دور میں "زرد دوپہر" میں شاہد ندیم نے سیاسی نظام کی خرابیوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ آج بھی پاکستان کے کئی صوبوں جنوبی پنجاب اور اندرون سندھ اور سرحدی دیہاتوں میں جاگیردارانہ و سرداری نظام اپنی پوری قوت اور آب و تاب کے ساتھ موجود ہے۔ڈراما نگاروں نے اپنے ڈراموں میں استحصالی طبقے کی واضح انداز میں تصویر کشی کی" منو بھائی کا "جھوک سیال" جاگیردارانہ اور زمیندارانہ نظام کی پہلی اور عمدہ مثال ہے۔2000 تک نشر ہونے والے ڈرامے ناظرین کی توجہ کا مرکز رہے۔ نجی چینلز کے قیام کے سے ڈراموں کی بہتات نے ڈراما نگاری کے فن کو تکنیکی سطح پر جدید سہولیات سے آراستہ کیا وہیں موضوعاتی سطح پر تنوعات میں اضافہ نہ ہو سکا۔ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ہر ایک کہانی میں تقریباً ایک ہی موضوع پیش کیا جا رہا ہے جدید میڈیا نے ملکی کلچر کو اور ٹی وی چینلز کو بڑی حد تک متاثر کیا۔ پی ٹی وی ورلڈ کا مقصد محض روپے اکٹھا کرنا تھا۔ یوں اس چینل کے ذریعے گھٹیا سے گھٹیا ڈرامے بھی نشر کیے گئے اشتہارات کی تشہیر کر کے انہوں نے اپنے گزشتہ نقصان کا ازالہ کیا۔ ڈراما اب محض تفریح طبع ہے جس میں اصلاحی پہلو مفقود ہو چکا ہے۔ غیر صحت مندانہ تفریح کے پیچھے تجارتی اغرض و مقاصد شامل ہو گئے۔ اس دور کے ڈراموں میں معاشرتی مسائل کا حل کم و بیش ہی نظر آتا ہے بلکہ ڈراما گلیمر کا شکار ہو کر معیاری سطح سے گر کر مقداری سطح پر آ گیا ہے اس لیے اس دور میں عمدہ و معیاری ڈرامے لکھنے والے ٹیلی ویژن سے دور ہو گئے یا انہوں نے ڈراما لکھنا ہی چھوڑ دیا۔

چوتھا دور(2003-17) کے بعد حکومتی پالیسوں میں لچک و نرمی نے پرائیویٹ پروڈکشن کے لیے راستہ ہموار کر دیا۔ جس سے "جیو ٹی وی"، "اے آر وائی"، "جیو کہانی"، "اے پلس" کے علاوہ دیگر چینلز کا قیام عمل میں آیا۔70 کی دہائی سے شروع ہونے والے ڈرامے نے عوامی مسائل ،تہذیب و ثقافت، شعور و آگاہی، معاشرتی رویوں کو دکھانے کی کوشش کی لیکن اگر بغور جائزہ لیا جائے تو 2003 سے 2017 تک لکھنے والوں نے معاشرتی اصلاح سے چشم پوشی برتی اور تیسری دنیا کے مسائل پس پشت ڈال کر ایسا ڈراما ناظرین کو دکھانے کی کوشش کی جو حقیقت سے زیادہ کسی تخیلاتی دنیا کی عکاسی کرتا ہے امجد اسلام امجد ایک پروگرام میں موجودہ ڈرامے کی صورت حال پر اظہار خیال کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ

> "ان ڈراما نگاروں کے پیش نظر پاکستانی تہذیب و ثقافت نہیں بلکہ ایسا ڈرما ناظرین کو دکھایا جاہے جس میں ریٹنگ زیادہ ہو کچھ اچھے ڈرامے بھی دکھائے جا رہے ہیں مگر بہت کم تعداد میں اس لے اب بڑے ڈراما نگار ٹیلی ویژن سے دور ہو گئے ہیں۔"12

2000 سے 2017 تک کے ڈراموں میں یکسانیت کا عنصر غالب نظر آتا ہے لیکن 70 کی دہائی سے لکھنے والوں نے آج بھی اپنے سابقہ معیار کو قائم رکھتے ہوئے جدید موضوعات پر معیاری ڈرامے لکھے ہیں جن میں اصغر ندیم سید نے "بول میری مچھلی"، دہشت گردی کے موضوع پر "خدا زمین سے گیا نہیں" تم ہو کہ چپ" (2011) جیسے ڈرامے تخلیق کئے 2012 سے بی گل نے بھی باقاعدہ ڈراما نگاری کا آغاز کیا جس نے "تلخیاں" (ارون دھتی رائے) کے ناول The God of Small Things سے ماخوذ ڈراما "ایکسپریس" سے پیش کیا۔ اس کے علاوہ "پہچان"، "کتنی گرہیں باقی ہیں"، ""، "ضد"، "ڈر سی جاتی ہے صلہ" جیسے ڈرامے پیش کئے 90 کی دہائی سے لکھنے والوں میں ایک اہم نام خلیل الرحمن قمر کا ہے جو آج تک ڈراما لکھنے کی روایت کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ جنھوں نے اپنے ڈراموں میں شہری اور دیہی ثقافت اور محبت کے لطیف جذبات کو اپنے کرداروں کے ذریعے اجاگر کرنے کی کاوش کی ہے اس نے "بوٹا فرام ٹوبہ ٹیک سنگھ"، "دستک اور دروازہ"، "چاند پور کا چندو"، "لنڈا بازار"، "جب ہتھیلی پہ چاند لکھنا"، "صدقے تمہارے" میں مصنف نے اپنی زندگی کی کہانی کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا" میں مر گئی شوکت علی" میں دیہاتی لوگوں کے مسائل طبقاتی کشمکش بااثر افراد کی اجارہ داری کو پیش کیا ہے۔ اس دور کے لکھنے والوں میں ایک اہم نام عمیرہ احمد کا ہے جس نے "زندگی گلزار ہے"، "دام محبت"، "میری ذات ذرہ بے نشاں"، "شہر ذات"، "محبت صبح کا ستارہ"، "ڈائجسٹ رائٹر" جیسے ڈرامے تحریر کئے موجودہ دور کے لکھنے والوں میں سیما غزل، عطیہ داؤد، فرحت اشتیاق اور ظفر معراج کے نام بھی قابل ذکر ہیں جنھوں نے پاکستان ٹیلی ویژن کے ڈراموں سے لے کر آج تک ڈرامے کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف موضوعات پر معیاری ڈرامے تحریر کئے ہیں۔ سیما غزل کے تحریر کردہ سلسلہ وار ڈراموں میں "چاندنی راتیں"، "مہندی"، "ہم سے جدا نہ ہونا"، "پرچھائیاں"، "منزلیں"، "مہربانو"، "شہر بانو"، "آخری بارش"، "اجازت"، "سوتیلی" جیسے ڈرامے ٹیلی ویژن کے لئے تخلیق کئے۔ ڈراما نگاری کے اس آخری دور میں حسینہ معین نے "دی کاسل ایک امید"، "میرے درد کو زباں ملے"، "شاید کے بہار آئے"، "چھوٹی سی کہانی" جیسے ڈرامے تحریر کئے۔ ان ڈراموں میں حسینہ معین کے موضوعات کی فضا گزشتہ ڈراموں سے مختلف نظر آئی کیوں کہ اس میں اس نے اپنے تاریخی شعور کو موجودہ پاکستانی تہذیب و ثقافت کے تنوعات اور نزاکتوں کے امتزاج کے ساتھ عمدہ انداز میں پیش کیا ہے حسینہ معین کی فن ڈراما نگاری کا ارتقا اس میں دکھائی دیتا ہے۔ موجودہ ڈراما اپنی فنی و تکنیکی اعتبار سے بہتر ہو گیا ہے لیکن موضوعاتی تنوع کم دکھائی دیتا ہے ہاں البتہ کچھ چینلز یا ڈراما نگار بولڈ ایشوز پر لکھ کر ناقدین اور ناظرین کی تنقید کا نشانہ بھی بنے ہیں ۔ لیکن دوسری طرف اچھا ڈراما نگار ڈرامے کے فنی لوازم سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اچھے اور معیاری ڈرامے لکھ رہا ہے۔ دور جدید کے ڈراما نگاروں کی نظر اور مشاہدات کا محور گلیمر سے آگے نہیں بڑھا موضوعات گھریلو زندگیوں تک محدود ہونے کی وجہ سے ڈراما معاشرے پر اپنے دیرپا اثرات مرتب کرنے سے قاصر ہے۔ موجودہ پاکستانی ڈراما کسی نہ کسی حوالے سے ملکی وہ غیر ملکی پذیرائی حاصل کر تا رہا ہے لیکن جدید سہولیات اور تکنیکی حوالے سے ڈاکٹر ظہور احمد اعوان لکھتے ہیں:۔

> "تکنیکی اعتبار سے آج کا ڈراما کل سے یقیناً مختلف ہے مگر کہانی اداکاری فنی نسبت کے اعتبار سے اس میں بہتری پیدا ہوئی آج کا ڈراما مارننگ شو اور گلیمر کے زور پر اپنے آپ کو منوا رہا ہے اس حوالے سے میں آج کے ڈرامے کو زیادہ بہتر نہیں کہتا "خدا کی بستی" "ایک محبت سو افسانے"، "جھوک سیال"، "آپے رانجھا ہوئی" جیسے ڈرامے اب تخلیق ہونے بند ہو گئے ہیں۔" 13

پاکستانی ڈراما آج بھی ٹیلی ویژن کا پسندیدہ پروگرام ہے عام لوگوں کے علاوہ خصوصاً خواتین میں تہذیبی و ثقافتی، معاشی و معاشرتی تبدیلیوں کا محرک بھی بنا 1964 سے 2017 تک کے ٹیلی ویژن ڈراموں کی مقبولیت کی ایک وجہ اس دور کے ڈراما نگار پروڈیوسرز اداکار، ہدایت کار تھے جنہوں نے نہایت جانفشانی سے ڈرامے تیار کئے جدید ٹیکنالوجی اور فنی سہولیات نے ڈرامے کے معیار کو تو بہتر بنایا ہے لیکن اب ضرورت اس امر کی ہے کہ سنجیدہ ڈراما نگاروں کو ایک بار پھر ڈرامے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور ایسے ڈرامے جو جدید موضوعات اور مسائل کی نشاندہی کرتے ہوں جن میں عوامی مسائل کا حل موجود ہو وہ تحریر کر کہ ایک اچھے ڈراما نگار ہونے کا بھی فریضہ ادا کریں اور ساتھ ہی ساتھ ٹیلی ویژن مالکان اور ان کے ارباب اختیار کو اس بات کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے کہ جو ڈراما دکھایا جارہا ہے کیا وہ پاکستانی اقدار اور اخلاقی رویوں کا امین ہے؟۔ موجودہ ڈرامے کے حوالے سے حسینہ معین کہتی ہیں:۔

"اب ڈراما، ڈراما نہیں رہا پروڈکٹ بن گیا ہے جب ڈراموں میں انگریزی کے Fun"
کو بھی ڈال دیا جائے تو پھر کیا رہ جاتا ہے۔ اب تو صرف تماشا دکھایا جارہا ہے۔14

المختصر ڈراما جس نے یونان سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا آج وہ عہد بہ عہد ترقی کرتے ہوئے ٹیلی ویژن ڈرامے تک آن پہنچا ہے جس نے آغاز و ارتقا کے سفر میں کئی اتار چڑھاؤ نشیب و فراز دیکھے ہیں اور آج ڈراما جدید فنی و تکنیکی سہولیات اور موضوعاتی تنوعات کے ساتھ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

حوالہ جات:

1۔اے۔بی اشرف، ڈاکٹر، اردو سٹیج ڈراما (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1986)، ص14۔

2-اسلم قریشی، ڈاکٹر، ڈراما نگاری کا فن (لاہور: زرین آرٹ پریس، 1971)، ص 22۔

3-اے۔بی اشرف، ڈاکٹر، اردو سٹیج ڈراما، ص12۔

4-شائستہ الیاس، ”خواتین اور تھیٹر“، مشمولہ روزنامہ ایکسپریس، سنڈے میگزین (سرگودھا: 23 مئی 2004)، ص 19۔

5- عشرت رحمانی، اردو سٹیج ڈرامے کا ارتقا (الہٰ آباد: اسرار کریمی پریس، 1978)، ص438۔

6-ضیاالدین بابا، ”پاکستان ٹیلی ویژن ڈراما فن اور روایت“، مشمولہ ماہنامہ اخبار اردو (اسلام آباد: شمارہ نمبر 5، جلد 31، مئی 2013)، ص9-10۔

7۔انجم عثمانی، ٹیلی ویژن نشریات (تاریخ، تحریر، تکنیک) (نئی دہلی: آواز جامعہ نگر، 1944)، ص73۔

8-ادیب مرزا، ”اردو ڈراما 47 کے بعد“، مشمولہ سرسید ین پاکستانی ادب (جلد ششم)، مرتبہ: رشید امجد (راولپنڈی: ایف جی سرسید کالج، 1988)، ص91۔

9۔ضیاءالدین بابا، ”پاکستان ٹیلی ویژن ڈراما فن اور روایت“، ص11۔

10-اظہر نیاز، ٹیلی ویژن پروڈکشن (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف میڈیا سائنسز، 2010)، ص87۔

11-ضیاءالدین بابا، ”پاکستان ٹیلی ویژن ڈراما فن اور روایت“، ص13۔

12-امجد اسلام امجد، وارث (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2013)، ص8۔

13- ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، ”مذاکرہ“، مشمولہ جریدہ (کراچی: شمارہ نمبر 19، جلد نمبر 35، اگست 2004)، ص572۔

14۔ ہمایوں طفر، ”حسینہ معین سے انٹرویو“، مشمولہ سنڈے میگزین، روزنامہ جنگ (لاہور: 23 دسمبر 2018)، ص18۔

References:

1. A.B Ashraf, Dr., Urdu Stage Drama (Islamabad: Maqtadra Qomi Zuban, 1986), P.14.
2. Aslam Qureshi, Dr., Drama Nigari Ka Fun (Lahore: Zarin Art Press, 1971), P.22.
3. A.B Ashraf, Dr., Urdu Stage Drama, P.12.
4. Shaista Ilyas, “Khawateen Aur Theater”, Mashmoola Roznama Express, Sunday Magazine (Sargodha: 23rd May 2004), P.19.
5. Ishrat Rehmani, Urdu Stage Drama Ka Irtiqa (Alah Abad: Israr Kareemi Press, 1978), P.438.
6. Zia-ud-Din Baba, “Pakistan Television Drama Fun aur Riwayat”, Mashmoola Mahnama Akhbar-e-Urdu (Islamabad: Shumara No. 5, Jild 31, May 2013), P.9-10.
7. Anjum Usmani, Television Nashariyat (Tarekh, Tehreer, Taknek) (Nai Dehli: Awaz Jamia Nagar, 1944), P.73.
8. Adeeb Mirza, “Urdu Drama 47 Kay Bad”, Mashmoola Sir Syedain Pakistani Adab (Jild Shasham), Murataba: Rasheed Amjad (Rawalpindi: F.G Sir Syed College, 1988), P.91.
9. Zia-ud-Din Baba, “Pakistan Television Drama Fun aur Riwayat”, P.11.
10. Azhar Niaz, Television Production (Islamabad: Institute of Media Sciences, 2010), P.87.
11. Zia-ud-Din Baba, “Pakistan Television Drama Fun aur Riwayat”, P.13.
12. Amjad Islam Amjad, Waris (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2013), P.8.
13. Zahoor Ahmad Awan, Dr., “Muzakra”, Mashmoola Jarida (Karachi: Shumara No.19, Jild No.35, August 2004), P.572.
14. Hamayun Zafar, “Haseena Moeen Say Interview”, Mashmoola Sunday Magazine, Rozmanam Jang (Lahore: 23rd December, 2018), P.18.